پاکستانی معاشرہ اور تعلیمات قرآنی میں بُعد

اسباب اور ان کا ازالہ

ڈاکٹر محمد امین*

ABSTRACT

In spite of the fact that Pakistan is an Islamic Republic, 97% of the population is Muslim and majority of it is considered sentimently staunch Muslims; it is a fact that society is not familiar and closely attached with Quranic injunctions.

There are many reasons for that such as custom of teaching Quran Nazira (reciting Quran without understanding), Arabic language is not part of curriculum and when it is taught in Dini Madaris, it is taught in boring Grammar Method relying on memorization. Quran is not taught in modern schools, colleges and universities and lower social status of Quran teachers etc.

It is absolutely necessary that teaching Quran with comprehension and understanding is given due importance by Ulama, governments and Muslim society at large. It should be made integral part of curriculum in modern schools and universities. Status of Quran/Arabic teachers should be elevated and Arabic language should be taught in an attractive method; and other necessary measures are taken to make Quran 'talk of the town' so that every Muslim understands it and acts upon its injunctions.

KEYWORDS: قرآنی تعلیمات، بُعد، ادبار، انتشار، انحطاط، مستنبط، مقطعات، معانی

---

* پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

** یہ اس مقالہ کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ہے جو انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے زیر اہتمام منعقدہ قومی قرآن کانفرنس مؤرخہ 13، 14 نومبر 2014ء میں پیش کیا گیا۔

پاکستانی معاشرہ اس وقت جس اجتماعی ادبار، سیاسی انتشار، معاشرتی زوال اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہے اس کی بنیادی وجہ اس کی دین سے دوری ہے اور اس کی دین سے دوری کے اسباب پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس میں بنیادی کردار اس بات کا ہے کہ یہ معاشرہ قرآن سے دور ہو گیا ہے۔ اس نے قرآن سے وابستگی کھو دی ہے حالانکہ قرآن تو خود اعلان کرتا ہے کہ وہ بہترین راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے[1] ایسے راستے کی طرف جو ہر طرح کی پراگندگی اور شک و شبہ سے بالاتر ہے[2] اور جس کا لازمی نتیجہ دنیا میں سربلندی[3] اور آخرت میں سرفرازی[4] ہے اور اصل چیز تو آخرت ہی کی کامیابی ہے[5] اور جو وہاں ذلیل و رسوا ہو گا تو قرآن گواہی دے گا کہ اس نے دنیا میں مجھے چھوڑ رکھا تھا[6]۔

پاکستانی معاشرہ تعلیمات قرآنی سے کیوں دور ہے؟ اس کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

۱-ناقص طریق تدریس

ہمارے معاشرے میں قرآن حکیم کی تدریس تین سطحوں پر زیر بحث لائی جا سکتی ہے: ایک عوامی سطح پر، دوسرے جدید تعلیمی اداروں میں اور تیسرے دینی مدارس میں۔ ہم تینوں پر مختصر روشنی ڈالیں گے۔

عوامی سطح پر تدریس قرآن

عوامی سطح پر تدریس و تفہیم قرآن کی کئی صورتیں مروّج ہیں جن میں سے تین اہم ہیں: ۱-ناظرہ قرآن کی تدریس ۲-ترجمۂ قرآن کے حلقے اور ۳-درس قرآن کے حلقے۔

تدریس ناظرہ قرآن

الحمدللہ! پاکستانی معاشرے میں اکثر لوگ اپنے بچوں کی قرآنی تعلیم میں دلچسپی لیتے ہیں۔ غریب لوگ اس مقصد سے اپنے بچوں کو مسجد میں امام صاحب کے پاس صبح یا شام کے وقت بھجوا دیتے ہیں اور اچھی بات یہ کہ تقریباً ہر مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھانے کا انتظام ہوتا ہے۔

---

1 - الاسراء ۱۷: ۹

2 - البقرہ ۲:۲

3 - هود ۱۱:۲

4 - یونس ۱۰:۵۲

5 - آل عمران ۳: ۱۸۵

6 -الفرقان ۲۵: ۳۰

کھاتے پیتے لوگ اپنے بچوں کو مسجد میں بھجوانے کی بجائے قاری صاحب کو گھر پہ بلوا لیتے ہیں اور ان کی کچھ خدمت کر دیتے ہیں۔ بلاشبہ عامۃ المسلمین کا یہ رویہ قابل تعریف ہے اور قرآن سے ان کی وابستگی کا مظہر ہے لیکن اس نظام میں دو بڑی خرابیاں ہیں:

ایک: تو یہ کہ اکثر پڑھانے والے قواعد تجوید سے ناواقف ہوتے ہیں اور ان کے اپنے مخارج درست نہیں ہوتے چنانچہ جس ناقص طریقے سے وہ قرآن پڑھتے ہیں، اسی ناقص طریقے سے وہ اپنے طالب علموں کو قرآن پڑھنا سکھاتے ہیں حالانکہ یہ قرآنی حکم 'ورتل القرآن ترتیلا'' [1] کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس طرح بچوں کے غلط مخارج ساری عمر کے لیے پختہ ہو جاتے ہیں اور بعد میں اگر وہ چاہیں بھی تو ان کا درست کرنا آسان نہیں ہوتا۔

دوسرے: اساتذہ بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھاتے ہیں یعنی بچے قرآن کی عربی عبارت کو دیکھ کر محض پڑھ سکتے ہیں، اسے سمجھ نہیں سکتے۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ نہ اساتذہ بچے کو ترجمۂ قرآن سکھاتے ہیں اور نہ والدین قاری صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بچے کو ترجمۂ قرآن سکھائیں حالانکہ قاری صاحب جانتے ہیں کہ قرآن عمل کے لیے نازل ہوا ہے اور جب تک ایک آدمی یہ نہ سمجھے کہ نازل کرنے والا کیا کہہ رہا ہے تو وہ اس پر عمل کیسے کر سکتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود علماء و قراء اپنے طلبہ کو قرآن ترجمے کے ساتھ نہیں پڑھاتے؛ اور نہ والدین قاری صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بچوں کو ترجمۂ قرآن سکھائیں۔

اس طرح ناظرہ قرآن پڑھنا پڑھانا ایک عجیب معاملہ ہے کیونکہ دنیا میں کہیں بھی کوئی بھی زبان اس طرح نہیں سکھائی جاتی کہ اسے محض پڑھنا آجائے اور اس کے مفہوم و معانی سے پڑھنے والا اور بسا اوقات پڑھانے والا بھی آگاہ نہ ہو۔ یہ دنیا میں کہیں مروج نہیں اور خود ہمارے معاشرے میں بھی دوسری زبانوں کے بارے میں ہمارا یہ رویہ نہیں۔

حدیث سے غلط استدلال

اس کے جواز میں بعض قاری اور علماء حضرات اس حدیث سے ناظرہ قرآن پڑھانے کی دلیل مستنبط کرتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کے ہر حرف کو پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور الم تین حروف

---

[1] ۔ المزمل 73:4

ہیں جن کے پڑھنے پر تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔[1] اور وہ کہتے ہیں کہ الم حروف مقطعات ہیں جن کے معانی واضح نہیں لہٰذا قرآن اگر معانی سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو ہر حرف پڑھنے پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ استدلال غلط ہے کیونکہ:

ا -ساری دنیا میں اور ہر زبان میں 'پڑھنا' اس مہارت کو کہتے ہیں جس میں انسان کسی زبان کے الفاظ سمجھ کر پڑھے۔ خود ہمارے ہاں بھی اردو اور انگریزی میں یہی معمول، رواج اور عرف ہے کہ جب ہم میں سے کوئی کہتا ہے کہ میں اردو پڑھ لیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اردو پڑھ کر سمجھ لیتا ہے اور جب کوئی کہتا ہے کہ مجھے انگریزی پڑھنا آتی ہے تو ہم اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص انگریزی عبارت پڑھ کر سمجھ لیتا ہے۔

۲ -جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ قرآن کا ہر حرف پڑھنے پر دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جو شخص قرآنی عبارت کو سمجھتے ہوئے اس کا ایک حرف بھی پڑھ لیتا ہے تو اسے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا کیونکہ قرآن کے مخاطب اس وقت عرب تھے جن کا عربی کو نہ سمجھنا ناقابل تصور ہے اور جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا کہ زبانیں سیکھنے کا دنیا بھر میں یہی عرف ہے لہٰذا یہ کہنا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا منشا یہ تھا کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے پر بھی ہر حرف کا اجر دس نیکیاں ہیں۔ محض ایک تکلف اور ایک نوع کا تجاوز ہے۔

دوسرے یہ کہ الم ٓ کی مثال دینے سے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا منشا یہ واضح کرنا تھا کہ قرآن کے ہر لفظ پر نہیں بلکہ ہر لفظ کے ہر ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور اس کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قرآن کے لاکھوں الفاظ میں سے کسی اور لفظ کی مثال دینے کی بجائے الم کی مثال اس لیے دی کہ وہ قرآن کا پہلا لفظ ہے اور لفظ بھی طویل اور بامعنی نہیں بلکہ محض مجموعۂ حروف ہے۔ اس کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اسے ایک نہیں بلکہ تین حروف سمجھا جائے گا اور ہر حرف کی دس نیکیاں ملیں گی۔ اس سے یہ استدلال کرنا محض سوئے فہم اور دور کی کوڑی لانا ہے کہ اگر سارے قرآن کے الفاظ بے سمجھے پڑھے جائیں تو ان پر بھی اس حدیث کا اطلاق ہو گا۔

۳ - قرآن کتاب ہدایت ہے[2] یہ اوامر و نواہی کی کتاب ہے۔ اس میں عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات سے متعلق وہ بنیادی علم ہے جس کے بغیر کوئی آدمی سچا مسلمان ہو نہیں سکتا۔ اسی لیے قرآن نے علم کے لیے دعا

---

[1] ۔ سنن الدارمی، فضائل القرآن ۱ ، رقم الحدیث: 455

[2] ۔ البقرہ ۲:۹۷

کرنا سکھائی ۔[1] اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ 'العلم فریضة علی کل مسلم' [2] یعنی اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے جس سے اسے دین کی بنیادی اور ضروری باتوں کا پتہ چل جائے (جسے علم بالضرورۃ کہا جاتا ہے)۔ ظاہر ہے اس ضروری علم کا بنیادی ماخذ قرآن حکیم ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ علم برائے عمل ہے نہ کہ اس کا مقصد محض معلومات حاصل کرنا ہے[3]۔ یعنی کوئی مسلمان جب تک اپنی زندگی اس علم اور ہدایت کے مطابق نہ گزارے تو اس کا مسلمان ہونا بے معنی ہے لیکن اگر کوئی مسلمان قرآن کو بغیر سمجھے بوجھے، بغیر معنی جانے پڑھتا ہے تو وہ اس نور ہدایت [4] سے محروم رہ جاتا ہے لہٰذا قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنا اور اس پر عمل کی نیت نہ کرنا اور رکھنا، اس پیغام ہدایت کی توہین ہے اور اس کی ناقدری، بے وقعتی اور اس کا استخفاف ہے جو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ قرآن کو سمجھے کہ اللہ نے اس کے لیے اس میں کیا ہدایت بھیجی ہے اور اس پر عمل کرے اور قرآن کو سمجھے بغیر صرف ناظرہ پڑھ لینا ہرگز کافی نہیں ہے۔

۴ - اسی طرح قرآن مطالبہ کرتا ہے کہ اس پر غور و فکر کیا جائے [5] لیکن اگر کوئی قرآن کو سمجھتا ہی نہ ہو تو وہ اس پر غور و فکر کیسے کر سکتا ہے؟

جہاں تک ترجمہ قرآن اور درس قرآن کے حلقوں کا تعلق ہے تو یہ اگرچہ اچھا کام کر رہے ہیں لیکن اگر کمیت کے لحاظ سے پورے ملک کے مجموعی تناظر میں دیکھیں تو ان کی تعداد بہت کم ہے اور یہ یا تو بڑے شہروں تک محدود ہیں یا محدود دینی حلقوں تک جیسے اہل حدیث حضرات میں یا جدید دینی تحریکوں اور ان کی ذیلی تنظیموں میں جیسے جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی، تحریک اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ وغیرہ میں، اور ملک کی آبادی کا بڑا حصہ ان سے استفادہ نہیں کر پاتا۔

---

[1] ۔ طٰہٰ 20: 14

[2] ۔ سنن ابن ماجه، كتاب السنة ، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم ح ۲۲۴

[3] ۔ یہی وجہ ہے کہ بے عمل انسان کو اللہ تعالیٰ ڈھورڈنگر (گدھا) قرار دیتا ہے جو سامان کا بوجھ لادے پھرتا ہے اور اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا لادے پھر رہا ہے؟ (الجمعہ ۶۲: ۵)

[4] ۔ النساء 4: 174

[5] ۔ محمد 47: 24

جدید تعلیمی اداروں میں تدریس قرآن

اگر ہم قومی سطح پر دیکھیں تو ہم نے تحریک پاکستان میں 'پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ' کا نعرہ تو ضرور لگایا اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر الگ ملک بھی بنالیا لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ہم نے اس ملک کے اجتماعی ڈھانچے خصوصاً نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا اور جب کبھی کوئی قدم صحیح سمت میں اٹھانا چاہا تو مجموعی ماحول چونکہ اسلامی نہیں تھا اور اسے ایسا بنانے میں حکام اور عوام کی کوئی دلچسپی بھی نہ تھی، اس لیے وہ ناکام ہو گیا۔

آئین پاکستان کہتا ہے کہ قرآن کی تدریس کا اہتمام کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے[1] اور قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے رسول بھیجے ہی تلاوت قرآن اور تعلیم قرآن کے لیے تھے[2] تو ناگزیر تھا اور ہے کہ پاکستان کے نظام تعلیم میں قرآن حکیم کی تدریس لازماً ہر سطح پر جزو نصاب ہو اور دیگر سارے علوم بھی لازماً قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق ہوں۔

انسانی زندگی میں بچپن کا زمانہ تشکیل شخصیت و کردار میں بہت اہم ہوتا ہے۔ پھر ہمارے معاشرے کے حالات ایسے ہیں کہ تقریباً آدھے بچے پرائمری کے بعد تعلیمی سلسلے کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ پرائمری میں ہر مسلمان بچے کو قرآن حکیم پڑھا دیا جائے، اس کا کچھ حصہ زبانی یاد کرا دیا جائے اور کچھ کا ترجمہ سکھا دیا جائے اور ساتھ ہی بنیادی عربی بھی اس کو سکھانی شروع کر دی جائے تاکہ وہ قرآن حکیم کو سمجھنا شروع کر دے۔ اس کی اسکیمیں کئی دفعہ بنیں اور محکمہ تعلیم نے سرکلر بھی کئی دفعہ جاری کیے۔ بعض اوقات اس کام کی ابتداء بھی ہوئی لیکن ارباب بست و کشاد کی عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ سلسلہ تادیر جاری نہ رہ سکا اور بالآخر ختم ہو گیا[3]۔ نواز شریف کے تیسرے دور حکومت میں پرائمری تک ناظرہ اور ایف اے تک ترجمہ و تفہیم کا قانون پاس کیا گیا لیکن اس پر عمل کی راہیں کشادہ نہ ہو سکیں۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ کسی سرکاری سکولوں میں بالعموم قرآن حکیم پڑھانے کا نظم نہیں ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر کے سکولوں کے حالات بھی پتلے ہیں اور بہت کم سکولوں میں

---

[1] ۔ -دستور پاکستان ۱۹۷۳ء دفعہ ۳۱ (۲)(a)

[2] ۔ البقرہ ۲: ۱۵۱

[3] ۔ حکام خصوصاً بیوروکریسی کیسے اس کی مزاحمت کرتی ہے؟ اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے: شاہ رخ ثانی، سکولوں میں ترجمۂ قرآن کی تعلیم، درماہنامہ البرہان شمارہ فروری ۲۰۱۳ء ص ۱۰ ومابعد۔

قرآن حکیم کی تدریس، تجوید اور ترجمے کا اہتمام ہے۔ بعض سکولوں نے حفظ قرآن کا اہتمام ضرور کر رکھا ہے جو بلاشبہ اچھی بات ہے لیکن ناظرہ، تجوید اور ترجمے کی عدم موجودگی میں اور بعض عصری مضامین کے ساتھ صرف حفظ کا انتظام زیادہ سود مند ثابت نہیں ہوتا اور چونکہ دہرائی وغیرہ کا بھی معقول انتظام نہیں ہوتا اور نہ بچوں کو موزوں ماحول ملتا ہے اس لیے جدید سکولوں کے حفاظ اکثر ناقص ثابت ہوتے ہیں اور جلد قرآن بھول جاتے ہیں۔ اور اس طرح حفظ قرآن کا یہ منہج بجائے ثواب کے الٹا گناہ کا سبب بن جاتا ہے۔

سکول کی نچلی سطح پر نصوص قرآن کا مطالعہ کی روایت کمزور ہونے کے باوجود یہ اچھی بات ہے کہ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی بورڈ کے امتحانات میں اسلامیات کے نصاب میں بعض قرآنی سورتیں مقرر کی گئی ہیں لیکن اس کے بعد گریجوایشن میں ہائر ایجوکیشن کمشن کی طرف سے مقرر کردہ دو گھنٹے کی اسلامیات کی لازمی تدریس میں نصوص قرآنی کا مطالعہ موجود نہیں ہے۔ اگرچہ جون 2020ء میں پنجاب کے گورنر نے یہ نوٹی فکیشن جاری کیا ہے کہ جب تک طلبہ بی ایس میں ایک کریڈٹ آور سالانہ قرآن کریم کے ترجمہ پڑھنے کا سرٹیفکیٹ پیش نہ کریں وہ ڈگری کے اہل نہ ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ جدید تعلیمی اداروں میں قرآن حکیم کی تعلیم و تدریس کا معقول انتظام موجود نہیں ہے اور چونکہ نصاب، یونیفارم، ہم نصابی سرگرمیاں، طریق تدریس و امتحانات اور بحیثیت مجموعی تعلیمی اداروں کا پورا ماحول مغرب زدہ ہے لہٰذا ہمارے جدید تعلیمی ادارے مسلم پاکستانی طلبہ کو قرآن اور اس کی فکر سے جوڑنے کی بجائے اسے مغربی فکر و تہذیب کا دلدادہ بنا رہے ہیں۔

دینی مدارس میں تعلیم قرآن

دینی مدارس ہمارے معاشرے میں دینی تعلیم کا گڑھ سمجھے جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآنی تعلیم کے حوالے سے ان کی حالت بھی پتلی ہے۔ دینی مدارس کے نصاب میں مرکزی حیثیت قرآن حکیم کو حاصل نہیں ہے۔ قرآن سے زیادہ وقت حدیث کو دیا جاتا ہے اور حدیث سے بھی زیادہ عربی زبان و ادب کو۔ حدیث کا دورہ کرایا جاتا ہے لیکن قرآن کا نہیں۔ شیخ الحدیث آپ کو ہر بڑے مدرسہ میں مل جائے گا لیکن شیخ القرآن یا شیخ التفسیر خال خال ہی ملتے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ اور لغوی تشریح تو اب پڑھائی جاتی ہے لیکن تفسیر کا حصہ اب بھی کم ہے۔ مدرسہ کے دیگر علوم میں بھی 'قرآن مرکزیت' نہیں پائی جاتی الٹا قرآن حکیم کو اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق پڑھایا جاتا ہے اور اسی طرح حدیث کو بھی۔ گویا ہمارے مدارس کا نصاب اور طریق تدریس 'فقہ مرکزیت' پر مبنی ہے۔ بعض مدارس میں اب 'درسِ قرآن' کی تربیت بھی دی جاتی ہے اور تجوید و تحفیظ کا انتظام تو اکثر مدارس

میں ہوتا ہی ہے۔ تاہم بحیثیت مجموعی یہی کہا جاسکتا ہے کہ دینی مدارس میں اگرچہ قرآن حکیم کی تدریس کا خاصا اہتمام پایا جاتا ہے تاہم اب بھی اس میں بہتری کی کافی گنجائش موجود ہے[1]۔

پھر یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ دینی مدارس ان چند لاکھ طلبہ کی تعلیم وتربیت کا تو اہتمام کرتے ہیں جو ان کے پاس آتے ہیں لیکن ان کروڑوں مسلمان بچوں کی قرآن فہمی میں کوئی کردار یہ مدارس ادا نہیں کرتے جو سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں۔ اسی طرح یہ مدارس عامۃ الناس کی دینی تعلیم وتربیت خصوصاً قرآن فہمی میں ان کی کوئی مدد نہیں کرتے حالانکہ اگر وہ چاہیں تو اپنے ہاں عصر اور مغرب کے بعد ان کے لیے ترجمہ قرآن، عربی زبان اور فہم اسلام کے پروگرام رکھ کر معاشرے کی دینی زندگی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

۲ -عربی زبان سے بُعد

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم عربی زبان میں نازل فرمایا اس لیے کہ اس کے اوّلیں مخاطب عرب تھے لیکن اس کا پیغام چونکہ آفاقی تھا اور آپ ﷺ قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے[2] لہٰذا مسلمان جہاں بھی گئے عربی ان کے ساتھ گئی چنانچہ صدر اوّل میں جب صحابہ کرام اور عرب مسلم حکمرانوں نے دوسرے ممالک فتح کیے تو غیر عرب معاشرے اسلام کے ساتھ ساتھ عربی زبان بھی قبول کرتے گئے۔ اسی وجہ سے افریقہ اور مشرق وسطی کے بہت سے ممالک کی زبان آج بھی عربی ہے، تاہم وہ عجمی ممالک جہاں عرب حکمران نہیں رہے وہاں عربی زبان جڑ نہیں پکڑ سکی۔ ان ممالک کے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کی تدریس وترویج کے لیے شعوری اور منظم کوششیں کریں۔ یہی وجہ ہے کہ دستور پاکستان قرآن حکیم کی تدریس کے ساتھ عربی زبان کی تدریس پر بھی زور دیتا ہے[3] لیکن اس کے باوجود پاکستان کے تعلیمی اداروں میں عربی زبان کی تدریس کی حالت بہت پتلی ہے جس کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

جدید تعلیمی ادارے

زبان سیکھنے کا بہترین زمانہ بچپن کا ہوتا ہے لہٰذا مسلمان بچوں کو عربی زبان سکھانے کا انتظام سکول کی سطح پر ہونا چاہیے۔ پاکستان میں اس ضمن میں لاپروائی برتی گئی اور مسلمان پاکستانی بچوں کو عربی زبان سکھانے کا کبھی انتظام

[1] ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ڈاکٹر محمد امین، ہمارا دینی نظام تعلیم، دارالاخلاص، لاہور ۲۰۰۴ء

[2] -سبا۳۴: ۲۸

[3] ۔ دستورِ پاکستان ۱۹۷۳ء دفعہ ۳۱ (۲)(a)

نہیں کیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اپنے زمانے میں پانچویں سے آٹھویں درجے میں عربی زبان سکھانے کا حکم نامہ جاری کیا۔ تھوڑا عرصہ اس پر عمل بھی ہوا لیکن اس کے بعد اسے کمپیوٹر کے ساتھ اختیاری کر دیا گیا اور عملاً ختم ہی کر دیا گیا۔ حصہ مڈل میں عربی لازمی کرنا بھی مضحکہ خیز تھا جب کہ نہ اس سے پہلے عربی پڑھائی جاتی تھی اور نہ اس کے بعد اور اس عربی کا جو نصاب بنایا گیا وہ بھی غیر مناسب تھا لیکن اگر وہ سلسلہ جاری رہتا تو اس میں بہتری لائی جا سکتی تھی لیکن ہماری نالائقی کہ ہم اسے بھی جاری نہ رکھ سکے۔ عربی اختیاری البتہ ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈز اور یونیورسٹی امتحانات میں موجود ہے جس میں عام طور پر پرائیویٹ طلبہ ہی امتحان میں شریک کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض پبلک سیکٹر یونیورسٹیوں میں عربی میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کا اہتمام موجود ہے لیکن جتنی نئی یونیورسٹیاں پرائیویٹ سیکٹر میں کھلی ہیں، ان میں سوائے ایک آدھ کے عربی زبان کی تدریس و تحقیق کا اہتمام موجود نہیں ہے۔

دینی مدارس

ہمارے دینی مدارس میں عربی زبان التزام کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے بلکہ اس کا دورانیہ تدریس دیگر سب مضامین سے زیادہ ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ دینی مدارس عربی کے فروغ میں زیادہ ممد ثابت نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں عربی قدیم طریقے سے بذریعہ قواعد سکھائی جاتی ہے جس میں زیادہ زور قواعد رٹنے پر ہوتا ہے نہ کہ ان کے عملی استعمال پر۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ عربی عبارات پڑھ کر سمجھ تو لیتے ہیں لیکن عربی لکھنا (انشاء) اور بولنا انہیں نہیں آتا۔ دینی مدارس میں عربی کی تدریس میں بعض اساتذہ سختی بھی کرتے ہیں اور طریق تدریس چونکہ غیر دلچسپ ہوتا ہے لہٰذا کئی لوگ عربی پڑھنے کی بجائے بھاگ جانے میں عافیت سمجھتے ہیں۔

۳ - قرآنی اساتذہ کی معاشی زبوں حالی

مال و دولت اور جاہ و منصب کی حد سے بڑھی ہوئی حرص و ہوس بلاشبہ قابل مذمت ہے لیکن ان کا وجود بذاتہ برا نہیں ہے چنانچہ قرآن حکیم مال کو خیر اور فضل سے تعبیر کرتا ہے[1] اور بقدر ضرورت اس کے حصول کی کوشش کی ترغیب دیتا ہے[2] اور اسی لیے امام رازی نے جاہ کی مذمت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ داعی اور عالم کے

---

[1] ۔العادیات ۱۰۰: ۸

[2] -الجمعہ ۶۲: ۱۰

لیے جاہ ایک حد تک مطلوب بھی ہے[1] کہ لوگ اس کی بات کو دھیان سے سنیں اور اسے وزن دیں- آج کل جب مغربی تہذیب نے عزت ووقار کے پیمانے دینی اور اخلاقی کی بجائے مادی کر دیے ہیں، علماء اور قراء کا دنیاوی عزت ووجاہت سے محروم ہونا دین کے لیے کسی حد تک باعث ضرر بن چکا ہے۔ ان حالات میں دینی مدارس و مساجد میں حفظ و تجوید قرآن کے اساتذہ کے معمولی مشاہرے اور دنیاوی آسائشوں وسہولتوں سے ان کی محرومی، ہماری رائے میں، دینی مفادات کے لیے نقصان دہ ہے کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کا دنیاوی لحاظ سے کوئی مستقبل نہیں ہوتا اور ایسے لوگ دنیوی مال ومتاع اور وجاہت سے محروم رہتے ہیں۔ اس سے قرآن سے شغف رکھنے والوں کا استخفاف ہوتا ہے اور قرآن کی طرف آنے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے حالانکہ پیغمبر ﷺ نے تو یہ سکھایا ہے کہ تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں[2]۔

۴ -حکمرانوں کا دین مخالف طرزِ عمل

مغربی جمہوریت کو اپنا لینے اور مغربی قوتوں کو 'بادشاہ گر' بنا لینے سے نہ صرف ہماری سیاست بڑی حد تک سیکولر ہو چکی ہے بلکہ اس نے معاشرے کے اجتماعی ماحول کو بھی بے دینی کے رنگ میں رنگ دیا ہے اور شریعت کا نفاذ اور معاشرے کو اسلامی بنانا ہمارے حکمرانوں اور ہماری سیاسی جماعتوں کی ترجیح نہیں رہا۔ مغرب زدہ تعلیم اور میڈیا نے اخلاق کا بیڑا غرق کر دیا ہے اور مغربی اصول واقدار کی ترویج نے بحیثیت مجموعی ایک ایسا مادہ پرستانہ ماحول پیدا کر دیا ہے جس میں دین کو استخفاف اور اہل دین کو اتہامات کا سامنا ہے اور انہیں انتہا پسند، بنیاد پرست اور دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ اس سب سے معاشرے میں دین اور قرآن سے دوری اور بُعد کی فضا پیدا ہو گئی ہے۔

۵ -علماء و قراء کا غیر معیاری طرزِ عمل

علماء و قراء بہر حال دین کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں اور ہر کوئی توقع کرتا ہے کہ ان کا طرزِ عمل مثالی اور معیاری ہوگا۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلم معاشرہ پچھلی دو تین صدیوں سے جس دینی اضمحلال اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہوا ہے اس کے برے اثرات علماء و قراء پر بھی پڑے ہیں اور ان میں سے بعض کا طرزِ عمل اور اسلوب حیات اس طرح مثالی ومعیاری نہیں رہا جس طرح کہ ہمارے اسلاف کا تھا اور جس طرح آج

---

[1] ۔ رازی، فخرالدین ، امام، کتاب النفس والروح وشرح قواهما، ص ۱۲۷ وبعد، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 1948ء

[2] ۔ صحیح بخاری، فضائل القرآن ، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، حدیث ۵۰۲۷

بھی ان سے توقع کی جاتی ہے۔ یہ چیز بھی لوگوں کی قرآن سے دوری کا سبب بنی ہے کیونکہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن میں کیا لکھا ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ حاملین قرآن کا طرزِ عمل اور اخلاق و کردار کیسا ہے؟ اور جب وہ اس میں خامی دیکھتے ہیں تو لاشعوری طور پر دین و قرآن سے بھی دوری پیدا ہو جاتی ہے۔

حل کیا ہے؟

یہ وہ چند اہم عوامل تھے جنہوں نے پاکستانی معاشرے اور قرآن میں بُعد پیدا کر رکھا ہے اور ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ایسے اقدامات سوچے جائیں اور ان پر عمل درآمد کیا جائے جن سے پاکستانی معاشرہ قرآن پر کاربند ہو جائے اور اس کی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے۔ ہماری طالب علمانہ رائے میں ایسے چند اقدامات یہ ہو سکتے ہیں:

ا -معاشرے میں تدریس قرآن کے نظام کو فعال اور موثر بنایا جائے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات ضروری ہیں:

i-عوامی سطح پر: ناظرہ قرآن پڑھانے کی موجودہ روش ترک کر کے علماء اور قراء ہر مسلمان بچے کو قرآن پڑھانے کے بعد اس کا لفظی ترجمہ بھی سکھائیں تا کہ وہ جان سکے کہ اس میں لکھا کیا ہے۔

ii-بڑے شہروں میں موجود حلقہ ہائے ترجمۂ قرآن کو نہ صرف شہروں میں مزید وسعت دی جائے بلکہ انہیں قصبات و دیہات تک پھیلایا جائے۔

iii-درس قرآن کے حلقے جو بعض جدید اسلامی تحریکوں تک محدود ہیں، انہیں ہر مسجد تک توسیع دی جائے اور روزانہ نماز فجر کے بعد (یا کسی اور وقت۔) ہر امام مسجد درس قرآن کو اپنا معمول بنالے تو قرآنی معارف کو عام کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

iv-جدید تعلیمی اداروں میں قرآن حکیم کی تدریس کو بنیادی اہمیت دی جائے۔ سکولوں میں 'مطالعہ قرآن و حدیث' کے عنوان سے ایک لازمی مضمون متعارف کرایا جائے جس میں پرائمری میں سارے مسلمان طلبہ کو صحیح مخارج کے ساتھ قرآن پڑھا دیا جائے اور کچھ سورتیں ترجمے کے ساتھ یاد کرا دی جائیں، پھر میٹرک تک سارے قرآن کا ترجمہ ہر طالب علم کو پڑھا دیا جائے اور آخری پارہ اور اہم سورتیں اسے زبانی یاد کرا دی جائیں۔ چھوٹے بچوں کے لیے قرآنی تعلیمات خصوصاً اس کی حکایات کی دلچسپ آڈیو وڈیوز اور ڈاکومنٹری فلمیں تیار کر کے طلبہ کو مہیا کی جائیں تا کہ وہ انہیں شوق سے سنیں اور دیکھیں اور ان سے مستفید ہوں تا کہ ہر پاکستانی مسلمان طالب علم جب سکول سے نکلے تو وہ قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا ہو۔

v- دینی مدارس کے نصابات میں قرآن حکیم کو مرکزی اہمیت دی جائے۔ دورۂ تفسیر کا اہتمام کیا جائے۔ طلبہ کو درس قرآن کی تربیت دی جائے۔ اہم قدیم اور جدید تفسیریں پڑھائی جائیں اور ہر بڑی جامعہ میں شیخ القرآن / شیخ التفسیر کا تقرر کیا جائے۔

۲ - عربی زبان کو معاشرے میں عام کیا جائے کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ نے عربی میں نازل فرمایا ہے اور اس سے براہ راست استفادہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہر مسلمان بنیادی عربی نہ سیکھے۔ پاکستان میں قرآنی عربی کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے ہم مندرجہ ذیل اقدامات کی سفارش کرتے ہیں:

i- قرآنی عربی کو پہلی سے دسویں جماعت تک لازمی مضمون قرار دیا جائے۔

ii- اس کی نصابی کتب آسان، دلچسپ اور خوبصورت ہونی چاہئیں تاکہ طلبہ شوق سے انہیں پڑھیں۔

iii- عربی سکھانے کے لیے آڈیو وڈیو اور لینگوئج لیب سے مدد لی جائے۔

iv- عربی زبان جدید اور فطری طریقے سے سکھائی جائے۔ قواعد رٹنے کا پرانا طریقہ ختم کر دیا جائے۔

v- تعلیمی اداروں کے علاوہ علمی، ادبی اور ثقافتی حلقوں بلکہ عمومی ماحول میں عربی بول چال اور ثقافت کی حوصلہ افزائی کی جائے (جیسے عربی میں تقریر و تحریر کی انجمنیں بنائی جائیں، عربی میں کانفرنسیں منعقد کی جائیں، جرائد شائع کیے جائیں، فلمیں بنائی اور دکھائی جائیں...وغیرہ) تاکہ عربی زبان معاشرے میں اجنبی اور نامانوس نہ رہے بلکہ ہمارے علمی و ثقافتی ماحول کا ایک حصہ بن جائے۔ عرب ممالک اور ان کی جامعات اور سفارت خانوں کو اس سلسلے میں پاکستانی حکومت اور عوام کی مدد کرنی چاہیے۔

vi- دینی مدارس کو جدید تعلیمی اداروں (یعنی سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں) کے طلبہ کو عصر اور شام کے وقت بلا معاوضہ قرآنی عربی سکھانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۳ - قرآن اور اس کی زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے جو تجاویز ہم نے سطور بالا میں پیش کی ہیں حکومت کا فرض ہے کہ ان پر عمل درآمد کرے کیونکہ یہ آئینی تقاضا بھی ہے، ۹۷٪ مسلم آبادی والے ملک پاکستان کے عوام کا مطالبہ بھی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے یہ حکمران خود مسلمان ہیں لہٰذا یہ ان کی ذاتی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ آخرت میں اللہ کے حضور جواب دہی سے بچنے کے لیے اپنی یہ ذمہ داری پوری کریں اور ملک میں قرآن حکیم کی تعلیم و تدریس کو وہ اہمیت دیں جس کی وہ مستحق ہے۔

۴ - اور بالفرض اگر حکمران اتنے ذمہ دار اور خوش قسمت ثابت نہیں ہوتے کہ وہ یہ کام کریں تو علماء کرام، دینی جماعتوں اور اداروں کو چاہیے کہ معاشرتی تنظیم کے ذریعے وہ یہ کام اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہم سب کا تجربہ ہے

کہ اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود ہمارے ملک کے مسلمان بالعموم اس طرح کے کاموں کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں مثلاً ہمارے ہاں اس وقت مساجد اور مدارس کا جو جال بچھا ہوا ہے تو انہیں چلانے کا سارا نظام عوام ہی کی مدد سے چل رہا ہے، حکومت پاکستان تو اپنی بد قسمتی سے اس کام کے لیے ایک روپیہ بھی بجٹ میں نہیں رکھتی۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تدریس و تعلیم کے لیے علماء کرام اور دینی عناصر جو بھی منصوبہ بنائیں گے، عوام اس میں ان کا ساتھ دیں گے لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ مسئلہ مادی وسائل کا اتنا نہیں ہے جتنا اس معاملے کی اہمیت کو سمجھنے اور منصوبہ بندی کے ساتھ اس کے لیے درست اقدامات کرنے کا ہے۔ لہٰذا علماء کرام اور دینی جماعتوں کو چاہیے کہ قرآنی تعلیمات کو معاشرے میں عام کرنے کے لیے ہم نے جو تجاویز سطور بالا میں پیش کی ہیں، وہ ان پر سرگرمی سے غور کریں اور باہم مل کر ان پر عمل درآمد کے لیے کوشش کریں تو انہیں، ان شاء اللہ ، تائید ایزدی بھی حاصل ہو جائے گی اور پاکستانی افراد معاشرہ قرآنی تعلیمات پر عمل کر کے دنیا وآخرت میں فوز و فلاح کی منزل بھی پا سکیں گے، ان شاء اللہ۔